استفتاء

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

اضحیۃ

# اجتماعی قربانی

## اور

# اس میں ہونے والی کوتاہیوں کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

آجکل عموماً رفاہی اداروں و مدارس کی جانب سے اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا جاتا ہے ان کی کیا حیثیت ہے؟ آیا وہ حصہ داروں کی جانب سے وکیل ہیں یا امین یا ضامن؟

بندہ کو مروجہ اجتماعی قربانی میں کچھ قباحتیں نظر آتی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں، امید ہے کہ مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں گے:

(۱)......کچھ افراد محض پیسہ کمانے کی خاطر اجتماعی قربانی کا اہتمام کرتے ہیں اور اسی لئے سستے سے سستا اور کمزور سے کمزور جانور خریدا جاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو (حصہ دار ویسے ہی اپنے جانور دیکھنے کی زحمت نہیں کرتے)۔

(۲)......اب جو پیسہ بچ گیا وہ اصولاً کس کا ہوا حصہ دار کا یا ادارہ کا؟

(۳)......عموماً پیسے بچتے ہیں جو ادارہ والے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، اس کے مالک کو اطلاع نہیں دی جاتی۔(حالانکہ لا یحل مال امرأمسلم الا بطیب نفسٍ منہ ارشادنبوی ہے)

(۴)......بسا اوقات حرام آمدنی والوں کا حصہ بھی ضم ہو جاتا ہے۔

(۵)......ایک شخص کا حصہ گائے نمبر ا میں دیا گیا پھر اس سے زیادہ اہم شخص کے آنے پر پہلے والے کو اطلاع دیئے بغیر اس کا حصہ (مثلاً) گائے نمبر ۵ یا ۶ میں کر دیا جاتا ہے (چونکہ گوشت لینے کا ٹائم احتیاطاً مؤخر کر کے لکھا جاتا ہے اس لئے کسی حصہ دار کو اس تبدیلی کا گمان نہیں ہوتا)۔

(۶)......کھال میں سب حصہ دار شریک ہیں اور کھال ان کی ملکیت ہے حالانکہ ادارہ والوں کی جانب سے تأثر یہ دیا جاتا ہے کہ حصہ دار کا اس میں کوئی حق نہیں۔

(۷)......حصہ کی قیمت تمام حصہ داروں سے ایک ہی وصول کی جاتی ہے جب کہ گوشت میں کافی فرق ہوتا ہے (مثلاً ایک گائے کے حصہ داروں کو فی حصہ ۱۵ کلو ملتا ہے جبکہ دوسری گائے کے حصہ داروں کو فی حصہ ۸ کلو ملتا ہے)۔

(۸)......اداروں کے زیر انتظام اجتماعی قربانی عام ہو جانے کی وجہ سے لوگ اتنی بڑی اہم عبادت کو بنفس نفیس ادا کرنے سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

یہ تو ان قباحتوں کا ذکر ہوا جو عموماً پائی جاتی ہیں مزید برآں مخصوص جگہوں پر اور بھی کافی بے احتیاطیاں نظر آتی ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا مندرجہ بالا چیزیں جن کو بندہ نے قباحت کا نام دیا ہے واقعی یہ چیزیں قباحت بھی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو اجتماعی قربانی بزیر انتظام ادارہ یا مدرسہ کی صحت مشکوک ہے یا غیر مشکوک؟ امید ہے کہ دلائل و براہین کی روشنی میں کما حقہ وضاحت فرمائیں گے۔

واجر کم علی اللہ
المستفتی:۔ حفیظ الرحمن الحنفی

# الجواب حامداً و مصلیاً

دینی مدارس اور رفاہی اداروں کی جانب سے آجکل جو اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا جاتا ہے اس میں ان کی حیثیت مجموعی طور پر حصہ داروں کی طرف سے وکیل کی ہوتی ہے اور ان پر اس معاملہ میں وکالت ہی کے احکام لاگو ہوں گے، اس اصولی تمہید کے بعد اجتماعی قربانی میں ہونے والی جن کوتاہیوں کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے اُن کے بارے میں شرعی حکم درج ذیل ہے:

(۱) تا (۳)......محض پیسہ کمانے کی خاطر اجتماعی قربانی کا اہتمام کرنا پھر اس مقصد کی تکمیل کیلئے سستا اور کمزور جانور خریدنا اور حصہ داروں کی بچ جانے والی رقم ان کو واپس کرنے کی بجائے بلا اجازت اپنے پاس رکھ لینا یہ سب امور شرعاً ناجائز ہیں، اجتماعی قربانی کا اہتمام کرنے والوں کو درج ذیل امور کا اہتمام کرنا چاہئے:

۱......حصہ داروں سے اجتماعی قربانی میں شریک ہونے سے پہلے ہی دریافت کر لیا جائے کہ وہ اپنے حصہ کی کھال ادارے کو دینے پر راضی ہیں یا نہیں؟ اگر راضی ہوں تو کھال ادارہ خود رکھ سکتا ہے ورنہ جائز نہیں۔ اس کی مزید تفصیل نمبر ۶ کے تحت آرہی ہے۔

۲......قربانی کا جانور خریدنے اور اس پر آنے والے تمام اخراجات کے بعد جو رقم بچ جائے وہ حصہ داروں کو واپس کی جائے، اس رقم کو ان کی اجازت کے بغیر اپنے پاس رکھ لینا بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر وہ خود ہی خوشدلی سے باقی بچ جانے والی رقم ادارہ کو عطیہ کردیں تو اس صورت میں یہ رقم لینا درست ہے۔

۳......حصہ داروں کی رقم سے حتی الامکان فربہ اور صحت مند جانور خریدنے کی کوش کی جائے، کیونکہ احادیث طیبہ میں اس کی ترغیب دی گئی ہے لہٰذا اس کا لحاظ رکھنا چاہیے، باقی پیسہ اپنے لئے یا ادارے کیلئے بچانے کی غرض سے سستا اور کمزور جانور خریدنا اور حصہ داروں کو نقصان پہنچانا شرعاً جائز نہیں۔

(۴)......قربانی کے جانور میں کسی کو شریک کرنے سے پہلے اس سے یہ پوچھنا ضروری نہیں کہ اس کی آمدنی حلال ہے یا حرام، بلکہ مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے، ہاں اگر قرائن سے کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ اس کی کل یا اکثر آمدنی حرام ہے تو پھر اسے قربانی کے جانور میں شریک نہ کیا جائے، ایسا ساتھی اگر اصرار کرے تو اس کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی اور سے حلال رقم قرض لے کر قربانی کے حصہ کیلئے دیدے۔

(۵)......ایک گائے میں کسی کا حصہ متعین کردینے کے بعد کسی دوسرے گائے میں یہ حصہ منتقل کرنا جائز نہیں اور مؤکل یعنی حصہ دار کے حق میں یہ تبدیلی نافذ بھی نہیں ہوتی، اس لئے کہ کسی جانور میں ایک مرتبہ حصہ مقرر ہونے کے بعد وکیل کو شرعاً اس بات کا اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اس میں کوئی تبدیلی اور تصرف کرے، چنانچہ حصہ متعین کرنے کے بعد اگر کوئی جانور ہلاک ہوگیا تو یہ نقصان انہی حصہ داروں کا ہوگا جن کے حصے اس جانور میں تھے۔ لیکن اگر حصے متعین کرنے سے پہلے کوئی جانور ہلاک ہوگیا تو وہ اس وقت تک اجتماعی قربانی میں شریک ہونے والے تمام لوگوں کی طرف سے ہلاک سمجھا جائے گا اور ہر حصہ دار پر اس کے حصوں کے تناسب سے اس جانور کی قیمت لازم ہوگی، پھر اس حاصل شدہ رقم سے ہلاک ہونے والے جانور کا متبادل جانور خریدا جائے گا۔

فی شرح المجلة للأتاسیؒ (٤/٤٧٠)

لو وكل شخصان كل منهما على حدة واحداً بان يشترى شيئاً فلأيهما قصد الوكيل واراد عند اشتراء ذلك الشئى يكون له۔

وفيه ايضاً (٤/٤٦٥)۔

ثم إن تقييد الشراء بكونه لنفسه يشير إلى انه ليس له أن يشتريه لمؤكل آخر

فلو اشتراه لغيره لأنه اذا لم يملك الشراء لنفسه فأولىٰ أن لايملك الشراء لغيره فلو اشتراه للمؤكل الثانى كان للأول۔

وفيه ايضاً (٤/٦٦٢)

الوكيل بشراء شئى اذا بادل عليه بشئى آخر لاينفذ فى حق المؤكل ويبقى على ذمة الوكيل۔

وفيه ايضاً (٤/٤٨٢)

ليس للوكيل بالشراء أن يقبل البيع بدون اذن المؤكل وهذا بالإجماع۔

وفيه ايضاً (٤/٤٥٨)

اذا قيد الوكالة بقيد فليس للوكيل مخالفته، فإن خالف لايكون شراءه، نافذا على المؤكل ويبقى المال الذى اشترى عليه۔

وفى المحيط البرهانى (١٥/٨١)

فالمذكور فى الكتب الظواهر أن الوكيل اذا خالف إن كان الخلاف من حيث الجنس لاينفذ على الآمر وإن كان المأتى به أنفع من المأمور به......وإن كان الخلاف من حيث الوصف والقدر لامن حيث الجنس إن كان المأتى به أنفع من المامور به ينفذ على الآمر......وإن كان المأتى به أضرّ من المامور به لاينفذ على الآمر۔

وفى الهندية (٥/٣٠٦)

وان وكله، بان يشترى له، كبشا أقرن أعين للأضحية فاشترى كبشا أجم ليس أعين لايلزم الآمر لأن هذا مما يرغب فيه الناس للأضحية فخالف ما أمر به۔

وفى خلاصة الفتاوى (٤/٣١٦)

أربعة نفر لكل واحد منهم شاة حبسوها فى بيت فماتت واحدة ولايدرى لمن هى؟ يباع هذه الأغنام جملة ويشترى بثمنها أربع شياه لكل واحد منهم شاة ثم يوكل كل واحد منهم صاحبه يذبح كل واحد منها ويحلل كل واحد صاحبه ايضاً حتى يجوز عن الأضحية. كذا فى المحيط البرهانى (٨/٤٨٣) والهندية (٥/٣٠٢، ٣٠٨)

(٦)......اجتماعی قربانی کے جانور کی کھال بلاشبہ تمام شرکاء کی ملکیت ہے ادارہ کیلئے ان میں سے کسی کے حصہ کی کھال اس کی رضامندی کے بغیر اپنے پاس رکھ لینا ہرگز جائز نہیں، البتہ اجتماعی قربانی کا اہتمام کرنے والا ادارہ اگر حصہ داروں کو شریک کرتے وقت ہی ان سے یہ دریافت کرلے کہ وہ اپنے حصہ کی کھال ادارے کو دینے پر راضی ہیں یا نہیں اور پھر وہ ادارے کو اپنے حصہ کی کھال دینے پر رضامندی

ظاہر کر دیں تو ادارہ کیلئے کھال رکھنا جائز ہے لیکن اگر وہ ادارے کو اپنے حصہ کی کھال نہ دینا چاہیں تو ان کے جانور کی کھال انہیں واپس کرنا ادارے پر لازم ہے ایسے افراد کیلئے یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ جس جانور میں یہ افراد شریک ہوں اس جانور کی کھال اس کے حصہ داروں کے حوالے کر دی جائے پھر اگر بعض حصہ دار اپنے حصہ کی کھال ادارے کو دینا چاہیں تو اس کھال کو فروخت کر کے اپنے حصہ کی قیمت ادارے کو دے سکتے ہیں اور اگر ادارہ چاہے تو یہ صورت بھی اختیار کر سکتا ہے کہ ایسے تمام حصہ دار جو اجتماعی قربانی میں شریک ہوتے وقت ہی یہ واضح کر چکے ہیں کہ وہ کسی بھی وجہ سے ادارے کو کھال دینے پر راضی نہیں ہیں اُن کو جانوروں میں ایسے حصہ داروں کے ساتھ شریک نہ کرے جو ادارے کو اپنے حصہ کی کھال دینا چاہتے ہیں بلکہ ادارے کو کھال نہ دینے والے افراد کو یکجا کر دے مثلاً اگر سات حصہ دار اپنے حصہ کی کھال ادارے کو نہ دینا چاہیں تو ان سات حصہ داروں کو ایک جانور میں شریک کر کے جانور کی کھال ان کے حوالے کر دے، اس صورت میں وہ حصہ دار جو ادارے کو اپنے حصہ کی کھال نہیں دینا چاہتے مشترک طور پر کسی بھی جانور میں جمع نہیں ہوں گے اور ایسا کرنے سے ادارہ کسی اضافی دشواری سے بھی بچ جائے گا۔

(۷)...... تمام حصہ داروں سے حصوں کی مساوی قیمت وصول کرنے کے بعد اگر کسی جانور میں گوشت کچھ کم نکلے جیسا کہ عام طور پر جانوروں میں ہوتا ہے تو اس سے تو بچنا ممکن نہیں اور چونکہ مارکیٹ میں جانوروں کی قیمتوں میں اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے ہر مرتبہ ایک جیسے جانور خریدنا ممکن بھی نہیں اس لئے ادارے پر شرعاً اس کی ذمہ داری بھی نہیں آتی، تاہم چونکہ اس معاملہ کا مدار اجتماعی قربانی کرنے والے ادارے کی دیانت وامانت پر ہے اس لئے ادارے کو حتی الامکان تمام حصہ داروں کیلئے صحتمند اور تندرست جانور خریدنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۸)...... یہ کہنا کہ ''لوگ اجتماعی قربانی کی وجہ سے اس اہم عبادت کو بنفس نفیس ادا کرنے سے محروم ہوتے جارہے ہیں'' ان لوگوں کے بارے میں تو کسی حد تک درست ہے جن کے پاس خود قربانی کرنے کے لئے جگہ اور وسائل موجود ہیں لیکن وہ اس وجہ سے کہ اجتماعی قربانی میں حصہ سستا پڑتا ہے یا کسی اور وجہ سے اس کا اہتمام نہیں کرتے، لیکن دوسرے بہت سے افراد کیلئے یہ بات درست نہیں بالخصوص ان صورتوں میں جو آگے آرہی ہیں:

۱...... گنجان آبادی والے شہروں اور علاقوں میں جہاں کی اکثر آبادی چھوٹے چھوٹے فلیٹس میں رہتی ہے وہاں انفرادی قربانی میں بہت سی دشواریاں ہوتی ہیں تو اگر ان کیلئے اجتماعی قربانی کا اہتمام نہ ہو تو ممکن ہے کہ بہت

سے لوگ اپنے ذمہ عائد ہونے والے اس واجب کی ادائیگی سے ہی قاصر رہیں اور کوتاہی کریں اور گناہ کے مرتکب ہوں۔

۲......عوام کا ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جس پر قربانی تو واجب ہوتی ہے لیکن جانوروں کی قیمتوں کی گرانی اور محدود ذرائع آمدنی کی وجہ سے وہ اس فریضہ کی ادائیگی سے محروم رہ جاتے ہیں اور اجتماعی قربانی میں شریک ہو کر یہ طبقہ بھی قدرے سہولت سے اپنا فریضہ ادا کر لیتا ہے۔

۳......بعض لوگ جانور کی خریداری، اس کی دیکھ بھال اور پھر ذبح وغیرہ کی دشواریوں کی وجہ سے اس اہم عبادت کی ادائیگی سے پس وپیش کرتے ہیں اور ان کے بارے میں غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کے قرب وجوار میں اجتماعی قربانی کا اہتمام نہ ہو تو وہ اس فریضہ کی ادائیگی نہیں کر پائیں گے، اجتماعی قربانی میں شریک ہو کر یہ لوگ بھی اپنے اس فریضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں، لہٰذا اجتماعی قربانی کو علی الاطلاق ''بنفس نفیس قربانی سے محرومی'' سے تعبیر کرنا درست نہیں۔

واللہ سبحانہ اعلم
محمود الحسن شجاع آبادی
دار الافتاء دار العلوم کراچی
۲۰/۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۰-۱-۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح
محمد عبد المنان عفی عنہ
۲/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفر اللہ لہ
۲/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح
دار الافتاء دار العلوم کراچی
۲-۳-۱۴۲۷ھ